مولانا عبد الحق چوہان

# جہاد آزادی کا ہیرو

استخلاص وطن کی تحریک کے عظیم مجاہد حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کا سوانحی خاکہ مرتب کر کے نئی نسل کو ان کے پر عظمت کارناموں سے روشناس کرانا ایک اہم فریضہ ہے۔ خصوصاً اس دور میں تاریخ کا چہرہ مسخ کرنے کا مکروہ کام سرکاری سرپرستی میں ہو رہا ہے اور قوی ذرائع ابلاغ اور تعلیمی نصاب کے توسط سے یہ مذموم تاثر پیدا کرنے کی سعی ناتمام کی جا رہی ہے کہ جنگ آزادی کے ہیرو صرف اور صرف تین ہیں۔ سر سید احمد خان، علامہ اقبال اور محمد علی جناح جو سراسر جانب داری اور جھوٹ "پروری" کا انوکھا شاہکار ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ معرکۂ استخلاص وطن کے اعتبار سے حضرت شاہ جی کا تعلق جن مجاہدین مخلصین کے ساتھ ہے اس کے اخلاص بے نفسی کا مرکزی نکتہ یہ تھا۔

"چوں اہل ریاست وسیاست درزاویہ خمول نشستہ اند ناچار چندے از اہل فقر و مسکنت کمر ہمت بستہ ایں جماعت ضعفاء محض بنا برخدمت دین رب العالمین۔ ہرگز ہرگز از دنیا داراں جاہ طلب نیستند محض بنا برخدمت دین رب ذوالجلال برخاستہ اند، نہ بنا بر طمع و منال وقتے کہ میدان ہندوستان از بیگانگان دشمنان خالی گرویدہ و تیر سعی ایشان بر ہدف، مراد رسیدہ آئندہ مناصب ریاست وسیاست بطالبین آں مسلم آباد"

ترجمہ۔ جب حکومت و سیاست کے مرد میدان ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھ گئے اس وقت چند غریب بے سر و سامان کمر ہمت باندھ کر کھڑے ہو گئے اور محض اللہ کے دین کی خدمت کے لئے اپنے گھروں سے نکل آئے۔ یہ اللہ کے بندے ہرگز دنیا اور جاہ طلب نہیں ہیں محض اللہ کے دین کی خدمت کے لئے اٹھے ہیں مال و دولت کی ان کو ذرا بھر طمع نہیں جس وقت ہندوستان غیر ملکی دشمنوں سے خالی ہو جائے گا اور ہماری کوششوں کا تیر مراد کے نشانوں تک پہنچ جائے گا۔ حکومت کے عہدے اور منصب ان لوگوں کو ملیں گے جن کو ان کی طلب ہو گی۔

خطوط امیر المومنین حضرت سید احمد شہید۔ بحوالہ نقش حیات۔ ص ۱۳

یہ ہے ان حضرات کا دستور اساسی جن کے ساتھ شاہ جی رحمہ اللہ اپنی وابستگی کا اظہار ان الفاظ سے فرماتے تھے

"میں ان علماء حق کا پرچم لئے پھرتا ہوں جو ۱۸۵۷ء میں فرنگیوں کی تیغ بے نیام کا شکار ہوئے تھے۔ رب ذوالجلال کی قسم مجھے اس کی کچھ پرواہ نہیں کہ لوگ میرے بارے میں کیا سوچتے ہیں لوگوں نے پہلے ہی کب کسی سرفروش کے بارے میں راست بازی سے سوچا ہے وہ شروع ہی سے تماشائی ہیں اور تماشہ دیکھنے کے عادی ہیں اس سرزمین میں مجدد الف ثانی کا سپاہی ہوں۔ شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان کا متبع ہوں۔ سید احمد شہید کی غیرت کا نام لیوا اور شاہ اسمٰعیل شہید کی جرأت کا پانی دیوا ہوں میں ان پانچ مقدمہ ہائے سازش کے پابہ

زنجیر صلائے امت کے لشکر کا ایک خدمت گار ہوں جنہیں حق کی پاداش میں عمر قید اور موت کی سزائیں دی گئیں۔ ہاں ہاں میں انہی کی نشانی ہوں انہی کی صدائے باز گشت ہوں میری رگوں میں خون نہیں آگ دوڑتی ہے۔ میں علی الاعلان کہتا ہوں کہ میں قاسم نانوتوی کا علم لے کر نکلا ہوں۔ میں نے شیخ الہند کے نقش قدم پر چلنے کی قسم کھا رکھی ہے۔ میں زندگی بھر اسی راہ پر چلتا رہا ہوں اور چلتا رہوں گا۔ میرا اس کے سوا کوئی موقف نہیں میرا ایک ہی نصب العین ہے اور وہ برطانوی سامراج کو کفنانا یا دفنانا!

"ہر شخص اپنا شجرہ نسب ساتھ رکھتا ہے میرا یہی شجرہ نسب ہے میں سر اونچا کر کے فخر کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ میں اس خاندان کا ایک فرد ہوں۔"

یہ جوہر خطابت محض لفاظی نہیں اور نہ ہی شعراء کی طرح محض تخیل کی پرواز بلکہ یہ حقیقت اور امر واقعی کا اظہار ہے آپ واقعی ان ذوات قدسی صفات کے مشن کو زندہ رکھنے والے اور ان کی شروع کردہ تحریک استخلاص وطن کو پایہ تکمیل تک پہنچانے والے تھے۔

آپ کے متعلق عام طور پر یہ مشہور ہے کہ آپ بے مثل خطیب تھے۔ میں اس حقیقت کا اعتراف کرتا ہوں کہ آپ واقعی اسی طرح تھے لیکن آپکا اصلی جوہر اور کارنامہ یہ نہیں تھا بلکہ آپ انقلاب پرور شخصیت کے مالک تھے اور اسلامی انقلاب لانے والی شخصیت کے لئے جن شرائط کا ہونا ضروری ہے وہ آپ کی ذات میں بطریق اتم موجود تھیں۔ اجمالی طور پر ان شرائط کا ذکر کرتا ہوں اور سب سے اہم شرط یہ ہے کہ اسلام پیغمبر اسلام اور قرآن مجید کے ساتھ اس کا تعلق محض فکر اور تصور کے لحاظ سے نہ ہو بلکہ یہ تعلق حب الٰہی کی بے پناہی اور درجہ کمال کو پہنچا ہو اور ایسی والہانہ محبت کہ اس راہ میں جو تکالیف اور مصائب پیش آئیں ان کو خندہ پیشانی سے برداشت کرے۔

اب اس شرط کو پیش نظر رکھ کر آپ کے لمحات حیات کا تجزیہ کریں تو آپ کی نشست و برخاست میں اس عشق کا جلوہ نمایاں طور پر نظر آئے گا۔ قرآن مجید سے محبت کے متعلق تو آپ کا مقولہ مشہور ہے کہ "مجھے ایک چیز سے محبت ہے وہ ہے قرآن"۔ اور یہ حب قرآن ہی کی کرشمہ سازی ہے کہ آپکی تلاوت قرآن مجید پر ہر شے وجد کی حالت میں نظر آتی تھی۔ اس میں صرف مسلمانوں کی خصوصیت نہ تھی بلکہ کفار اشرار پر یہ کیفیت طاری ہو جاتی تھی اور کافر بھی آپ کی تلاوت کے مشتاق رہتے تھے۔ تلاوت کی یہ تاثیر آپ کے حب قرآن مجید کی ترجمان تھی۔

محبت رسول کی حالت بھی اس طرح تھی۔ راجپال نے جس وقت اپنے خبث باطن کا اظہار کرتے ہوئے رسوائے زمانہ کتاب "رنگیلا رسول" (خاکش بدہن) شائع کی تو آپ پر ماہی بے آپ جیسی حالت طاری ہو گئی آپ نے ایک احتجاجی جلسہ میں فرمایا۔

"دیکھو دیکھو سبز گنبد میں رسول اللہ تڑپ رہے ہیں خدیجہؓ و عائشہؓ پریشان ہیں امہات المومنین تم سے اپنے حق کا مطالبہ کرتی ہیں عائشہؓ پکارتی ہیں وہی عائشہؓ جنہیں رسول اللہ پیار سے حمیرا کہا کرتے ہیں جنہوں نے رسول اللہ (فداہ امی و ابی) کو رحلت کے وقت مسواک چبا کر دی تھی۔ ان کے ناموس پر قربان ہو جاؤ سچے بیٹے

ماں پر کٹ مرتے ہیں۔"

آپ نے احتجاجی جلسوں میں حکومت سے سخت مطالبہ کیا کہ بانیان مذہب کے تحفظ کے لئے قانون نافذ کیا جائے امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی احتجاجی تقریر کی وجہ سے جیل جانا پڑا اور ایک سال تک پابند سلاسل رہے لیکن آپ کے ان غیرت و محبت بھرے الفاظ کا یہ اثر ہوا کہ راجپال ملعون کو غازی علم دین نے واصل جہنم کیا۔ حب قرآن اور حب رسول کا ایک واقعہ متقدمین حضرات میں شیخ ابوبکر محمد بن الفضل کے متعلق بھی اس طرح تھوڑے سے تغیر کے ساتھ کنایہ شرح ہدایہ میں مذکور ہے ایک شخص آپکے پاس ایک فتویٰ لے کر آیا کہ کیا قرآن مجید ہم بچوں کو فارسی میں پڑھا دیا کریں؟ آپ نے سائل سے فرمایا پھر واپس آنا میں ذرا غور کر لوں۔ پھر اس کے بعد سائل کے حالات کی تحقیق فرمائی تو وہ فسادِ مذہب میں مشہور تھا آپ کو جب یہ معلوم ہوا کہ اس کے سوال کا مقصد تلعب بالدین ہے تو آپ کے عشق کی چنگاری بھڑک اٹھی (دین کو کھلونا سمجھ رکھا ہے)

فاعطی لواحد من خدام سکینا فقال اقتلہ بھذا

ترجمہ۔ اپنے ایک خادم کو چھرا دیا اور فرمایا کہ اس شخص کو اس سے قتل کر دو۔

خادم نے عرض کیا کہ اگر پولیس کے ہاتھ آجاؤں تو پھر کیا کروں اب شیخ کی جرأت ایمانی کا اندازہ کرو اور جس کو میں پیش کرنا چاہتا ہوں آپ نے فرمایا۔

ومن اخذک بہ فقل ان فلانا امرنی بہ نفعل

ترجمہ۔ اگر تجھے کوئی پکڑے تو کہہ دینا فلاں شخص نے مجھے اس کا حکم دیا تھا

اس خادم نے ایسا ہی کر دیا اور قتل کا مقدمہ شیخ کے سر پر آگیا۔

فجا الشو استواطی الیہ وقال ان الامیر یدعوک مذہب الشیخ الیہ وقال ان ہذا کان یرید ان یبطل کتاب اللہ فخلع لہ الامیر وجازاہ بالخیر

ترجمہ۔ سپاہی ان کے پاس آیا اور کہا کہ امیر المومنین نے آپ کو بلایا ہے۔ شیخ گئے اور سارا قصہ بیان کیا اور فرمایا کہ یہ شخص اللہ کی کتاب کو باطل کر دینا چاہتا ہے۔ امیر نے آپ کو خلعت اور نیک صلہ عطا کیا۔

ممکن ہے کہ کوئی شخص اس واقعہ کو فقہ کی ایک جزئی سمجھے لیکن عرض یہ ہے کہ اس فقہی جزئی میں عشق کی تجلی جلوہ نما ہے اس لئے مفتی کو یہ اختیار نہیں ہوتا کہ وہ براہ راست کسی کو قتل کرا دے۔

یہ تو ایجابی شرط سلبی شرط یہ ہے کہ اسلام کے مقابل جو نظام بھی ہو اس سے اسی عشق مفرط کے لحاظ سے حد سے زیادہ نفرت ہو، حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اندر یہ شرط بھی بطریق اتم موجود تھی اس وقت اسلام کے مقابل فرنگی نظام موجود تھا آپ فرنگی نظام سے اپنے تنفر کا اظہار اس طرح فرماتے تھے۔

"میں ان سوروں کا ریوڑ بھی چرانے کو تیار ہوں جو برٹش امپریلزم کی کھیتی کو ویران کرنا چاہیں میں کچھ نہیں چاہتا ایک فقیر ہوں اپنے نانا کی سنت پر مرمٹنا چاہتا ہوں۔ اور اگر کچھ چاہتا ہوں تو صرف اس ملک سے

انگریز کا انخلاء دو ہی خواہشیں ہیں میری زندگی میں یہ ملک آزاد ہو جائے یا پھر میں تختہ دار پر لٹکا دیا جاؤں"

ان شرائط کے ساتھ ساتھ جرأت ایمانی بھی ضروری ہے وہ بھی آپکے اندر موجود تھی۔ ویسے تو کئی واقعات ہیں میں صرف ایک واقعہ ذکر کرتا ہوں جس کو شیخ حسام الدین رحمہ اللہ نے غبار کارواں میں نقل کیا ہے۔

امرتسر کے بندے ماترم ہال میں ایک جلسے کا اہتمام ہوا جس میں مرزا بشیر الدین محمود کو شریک ہونا تھا چنانچہ پولیس کا انتظام بھی بے حد وسیع تھا لوگ بھی بڑی تعداد میں جمع تھے۔ یہ رمضان کا مہینہ تھا لیکن مرزا بشیر الدین محمود کے لئے چائے کا انتظام تھا وہ سٹیج کی اوٹ میں چائے نوشی کا لطف اٹھانے لگے ان کی اس حرکت سے لوگوں میں بڑی سرگوشیاں ہونے لگیں بلکہ ان میں ایک نفرت سی ابھرنے لگی۔ خیر اجلاس کا آغاز ہوا۔ مرزا صاحب میر محفل بنے بیٹھے تھے۔ ایک مبلغ روشن دین نے تلاوت قرآن پاک شروع کی۔

اچانک پچھلی صفوں میں ایک ہنگامہ سا برپا ہوا۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری صفیں چیرتے ہوئے دیوانہ وار اسٹیج کی جانب لپک رہے تھے۔ ان کے چہرے پر جلال کی یہ کیفیت تھی کہ لوگ از خود ان کے لئے راستہ بنانے لگے جب وہ اسٹیج سے کچھ فاصلے پر تھے تو ان کی آواز کا شعلہ فضا میں لپکا اور یہ الفاظ گونجنے لگے۔

ٹھہرو! تم قرآن پاک کی غلط تلاوت کر رہے ہو۔ خدا سے ڈرو! مرزا بشیر الدین محمود کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ اتنے میں پولیس اسٹیج کے قریب آگئی اور مرزا صاحب کو گھیرے میں لے لیا لوگوں میں ایک افراتفری سی پھیل گئی نعرہ ہائے تکبیر گونجنے لگے۔ اور آن کی آن میں تمام جلسہ تتر بتر ہو گیا۔

یہ ہے آپ کی جرأت ایمانی کی تصویر۔ انقلاب کے انہی شرائط کے تحقق کی وجہ سے حجتہ الاسلام محدث العصر حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کہ جن کا تعارف حکیم مولانا عبد الحیٔ صاحب نے "نزہتہ الخواطر" میں ان الفاظ سے فرمایا ہے۔

فاشتغل بتدريس سنن الترمذی وصيحح البخاری۔ وانتهت اليه رياسته تدريس الحديث فی الهند وبقی مشتغلا به مدة ثلاث عشرة سنة فی تحقيق واتقان

ترجمہ: سنن ترمذی اور صحیح بخاری پڑھاتے رہے۔ ہندوستان میں تدریس حدیث کے مدار بن گئے اور تیرا سال تک تحقیق و اتقان (کے ساتھ یہ مشغلہ جاری رکھا) اسی سید السند نے پانچ سو مشاہیر علماء کے سامنے آپکے دست حق پرست پر بیعت جہاد فرمائی اور آپ کو "امیر شریعت" کا لقب عطا کیا۔

آپ کی انقلابی جدوجہد سے ۱۹۵۳ء میں مقدس تحریک ختم نبوت چلی تو یہ آپ ہی کی محبت کا ثمرہ تھا کہ تیرہ ہزار شمع نبوت کے پروانوں نے خندہ پیشانی سے جام شہادت نوش فرمایا۔

امیر شریعت رحمہ اللہ کی زیارت کا شرف پہلی بار مجھے اپنی بستی میں حاصل ہوا۔ 1951ء کی بات ہے کہ بستی مولویاں ضلع رحیم یار خان میں مدرسہ شمس العلوم کا سالانہ جلسہ منعقد ہوا جس میں حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کی تقریر تھی میں اپنے والد مرحوم کی معیت میں آپ سے ملنے گیا۔ حسن اتفاق کہ انہیں ایام میں

حضرت خواجہ میاں عبدالرحمٰن رحمہ اللہ سجادہ نشین درگاہ عالیہ بھر چونڈی شریف ضلع سکھر بھی بستی میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کی جس وقت تقریر شروع ہوئی تو حضرت صاحب بھی دوران تقریر جلسہ گاہ میں تشریف لائے اور جلسہ گاہ کی آخری صف میں آکر بیٹھ گئے۔ حضرت امیر شریعت کے شدید اصرار پر آپ سٹیج پر تشریف لائے۔ پوری تقریر میں ان کی آنکھیں اشکبار رہیں۔ اختتام جلسہ پر حضرت صاحب اپنی اقامت گاہ پر تشریف لے گئے اور حضرت امیر شریعت اپنی جگہ پر عشاء کے وقت حضرت صاحب نے مولانا صالح محمد صاحب مرحوم کے توسط سے حضرت شاہ جی سے ملاقات کے اشتیاق کا اظہار کیا اور حضرت شاہ جی نے بصد مسرت ملاقات پر آمادگی ظاہر فرمائی اور حضرت صاحب شاہ جی کی اقامت گاہ پر تشریف لے گئے اور رات کا اکثر حصہ آپ نے حضرت شاہ جی کی معیت میں گزارا۔ اس ملاقات میں کیا گفتگو ہوئی اور کیا مسائل زیر بحث آئے؟ یہ کسی کو بھی معلوم نہیں کیونکہ تیسرا کوئی شخص بھی شریک مجلس نہیں تھا۔ اور نہ ہی کسی کو شرکت کی اجازت تھی۔ اس ملاقات کے بعد یہ دیکھا گیا کہ حضرت صاحب حضر و سفر میں ایک صندوقچہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ احقر بھر چونڈی شریف میں مقیم تھا اور حضرت صاحب کہیں سفر پر جا رہے تھے حسب معمول وہی صندوقچہ آپ کے ساتھ تھا سفری سامان کے باعث یا کسی اور سبب سے حضرت صاحب نے وہی صندوقچہ مجھے دیا کہ فی الحال اس کو کہیں رکھ دو۔ واپسی پر مجھے دے دینا۔ میں اپنی اقامت گاہ پر وہ صندوقچہ لے گیا اور وہاں جا کر اس کو کھولا وہ صندوقچہ تمام کا تمام مرزائیت کی تردید کے لٹریچر سے بھرا ہوا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ مرزائیت کے متعلق حضرت صاحب کا مطالعہ حضرت امیر شریعت کی اس ملاقات کا نتیجہ تھا جو کہ بستی مولویاں میں ہوئی تھی۔ معلوم نہیں کہ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی اس طرح کی تبلیغی محافل کے متاثرین کی کیا تعداد ہو گی؟

زمانہ طالب علمی میں میں ملتان میں پڑھتا تھا مشکوٰۃ شریف کی حدیث میں ایک اشکال ذہن میں پیدا ہو گیا میں اسی حالت میں تھا کہ قاسم العلوم کے جلسہ پر مولانا عبدالحق صاحب اکوڑہ خٹک والے تشریف لائے۔ میں اس خیال سے کہ مولانا کے سامنے اپنے اشکال کا اظہار کر کے تشفی کروں گا۔ جب میں مدرسہ پہنچا تو معلوم ہوا کہ مولانا حضرت امیر شریعت سے ملاقات کرنے تشریف لے گئے ہیں۔ میں وہاں حاضر ہوا تو شاہ جی نے دریافت فرمایا کہ اس الماری سے تدوین حدیث اٹھا دو اس شخص نے کتاب اٹھا دی تو آپ نے فرمایا یہ کتاب خرید کر لو اور اس کا بار بار مطالعہ کرو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اشکالات دور ہو جائیں گے میں نے اسی دن وہ کتاب خرید لی اور اس کا بار بار مطالعہ کیا۔ میرا وہ اشکال تو اس کتاب سے حل نہ ہو سکا البتہ اور کئی خدشات دور ہو گئے۔ آپ کی شفقت و محبت نے دل موہ لیا اے کاش ایسی من موہنی شخصیت اللہ کی حکمت کے ماتحت اگر آج ہم میں موجود ہوتی تو علماء کا یہ کارواں جس ڈگر پر چل نکلا ہے اسے روکا جاسکتا۔

*